بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

اسلام اللہ تعالےٰ کا ابدی، عالمگیر اور آخری پیغام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی، اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ رہتی دنیا تک کے لیے باعث نجات ہے۔

قرآن اللہ کی آخری کتاب اور تا قیام قیامت درس ہدایت ہے۔

اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس متغیر اور متنوع زندگی کی رہنمائی کے لیے جس دین کو منتخب فرمایا وہ اپنے اندر تکمیل کے ساتھ ساتھ جامعیت کا پہلو بھی لیے ہوئے ہے۔ وہ زندگی سے پُر اور جمود و تعطل سے پاک ہے۔ وہ زندگی کے ہر دور میں رہنمائی کر سکتا ہے، ہر منزل میں اس کا ساتھ دے سکتا ہے، ہر تغیر میں اس کے تقاضے پورے کر سکتا ہے۔ وہ کسی خاص نسل کا مذہب نہیں، کسی خاص عہد کی پیداوار نہیں، کسی خاص تہذیب کی یادگار نہیں، کسی خاص خطہ کے لیے مخصوص نہیں۔

وہ فطرت کی طرح ایک ہے اور اپنے اندر فطرت کی سی جامعیت اور عالمگیری لیے ہوئے ہے

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ۔ ذلك الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون

وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو بدلنا نہیں، اللہ کے بنائے کو یہی ہے دین درست ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ)

اسلام سراسر علم و دانش ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد ہی تعلیم و تعلم ہے

اقرأ باسم ربك الذی خلق — پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا۔

الرحمٰن علم القرآن — رحمان نے سکھایا قرآن۔

صفحہ
۵
۱۷
۱۹
۲۵
۳۷
۵۲
۷۴
۸۳
۱۰۰

خود حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے:

انما بعثت معلّماً — میں معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں

انبیاء کی میراث ان کا علم ہی ہے۔ تاریخ اسلام میں بقا اسی کو نصیب ہوئی جس نے اس علم کی حفاظت میں اپنی مساعی کو صرف کیا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی کا اثر تھا کہ جزیرۃ العرب کی اُمّی قوم تیئیس سال کی قلیل مدت میں دنیا کی معلّم و مصلح بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ اور چار دانگ عالم کو اپنے نورِ علم اور فیضِ ہدایت سے منوّر و مستفیض کر دیا۔ لاکھوں کی تعداد میں یہودی، عیسائی اور مجوسی قومیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ عالم کی جہانبانی امت مسلمہ کو سپرد ہوئی اور وہ ہزار برس تک اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی انجام دیتی رہی۔ اس طویل مدّت میں امتِ مسلمہ کو بارہا علمی و عملی حوادث و فتن سے دوچار ہونا پڑا لیکن انھوں نے ہر فتنہ کا بڑی بے جگری اور پامردی سے مقابلہ کیا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ اس فتنہ کا پوری طرح سر کچل کر نہ رکھ دیا۔

بنو عباس کے دور میں فلسفہ نے وہ زور دکھایا کہ ایوانِ اسلام کے در و دیوار ہل گئے۔ اور قریب تھا کہ الحاد کا سیلاب قوم کے دانشور طبقہ کو اپنی رو میں بہالے جائے، لیکن علماء اسلام اس سیلاب کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح جم گئے، اور تھوڑے ہی دنوں میں قوم میں ایسے باہمت اور صاحبِ عزم لوگ پیدا ہو گئے جنھوں نے اس فلسفہ کا علم و عقل کی روشنی میں جائزہ لیا اور پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دکھایا۔ فلسفہ کا سارا رعب ذہنوں سے اٹھ گیا۔ اور سب کو معلوم ہو گیا کہ فلسفہ کے جو مسائل فی الواقع صحیح تھے ان کو مذہب سے بَیر نہ تھا۔ اور جو باتیں مذہب کے مخالف تھیں وہ فلسفہ اور حقیقت شناسی پر مبنی نہ تھیں۔ بلکہ وہ ان نام نہاد حکماء و فلاسفہ کی نری وہم پرستی کا نتیجہ تھیں جن کو غلطی سے فلسفہ کے مباحث میں داخل کر دیا گیا تھا۔ تاریخ ملل و نحل پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ غیر قوموں کے فلسفہ نے مسلمان قوم پر کیا اثر ڈالا۔ کس طرح امتِ مسلمہ کی وحدت اس فلسفہ کے تاثر سے پارہ پارہ ہو کر مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں بٹی اور کس طرح متکلمین کی ان تھک مساعی اور علمی موشگافیوں کی بدولت یہ نئی نئی ٹولیاں ختم ہو گئیں اور پھر اسلام اپنے اصلی روپ میں نکھر کر نمودار ہوا۔ اور تمام فرق باطلہ کا قلع قمع ہو کر دوبارہ سنت کا بول بالا ہوا، اور اسلامی وحدت کا بکھرا ہوا شیرازہ پھر نئے سرے سے بندھ گیا۔

صلیبی جنگوں میں جس طرح پرستارانِ صلیب نے اکٹھا کر کے عالمِ اسلام پر دھاوا بولا اور تثلیث کے علمبرداروں کا لشکر جس طرح مور و ملخ کے مانند منڈلا منڈلا کر عالمِ اسلامی کے خلاف صف آراء ہوا اگر مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور قوم ان کے مدِ مقابل ہوتی تو اس کے چھکے چھوٹ جاتے مگر یہ مسلمانوں ہی کا دل گردہ تھا کہ انھوں نے کفار کے اس ریلے کو

آگے بڑھنے سے روک دیا اور پے در پے دشمن کو ایسی شکستیں دیں کہ اس کے حوصلے جاتے رہے۔ اور آخر کار بے نیل مرام ناکام و نامراد لوٹ جانے کے سوا اس کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔

تاریخ اسلام کا سب سے عظیم فتنہ جس سے مسلمانوں کو اپنے دورِ اقتدار میں نبٹنا پڑا وہ فتنۂ تاتار ہے جس نے اسلامی دنیا کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ بے شمار مسلمان تہہ تیغ ہو گئے۔ ماوراء النہر کی آخری سرحد سے لے کر دار الخلافہ تک کوئی قابلِ ذکر شہر نہ تھا جہاں قتلِ عام نہ ہوا ہو۔ مدارس برباد ہو گئے، خانقاہیں تباہ ہو گئیں، کتب خانے جلا دیے گئے، اور مسلمانوں کی عظمت کا آفتاب غروب ہو گیا۔ شیخ سعدی شیرازی نے اس دردناک حادثہ کا نقشہ جو ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ

آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوالِ ملک مستعصم امیر المومنیں

وہ بالکل صحیح کھینچا ہے اور حقیقت کی واقعی ترجمانی کی ہے۔ لیکن مسلمان قوم نے اس حادثہ پر بھی ہار نہیں مانی۔ وہ برابر کوشش کرتے رہے اور آخر ایک صدی بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ ان کی مساعی بار آور ہوئیں اور انھوں نے اپنے قاتل دشمن کو جیت لیا اور بقولِ اقبال:

صاف ظاہر ہے یہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اب اسلام کی حمایت کا علم اسی ترک قوم کے ہاتھ میں آ گیا جو کبھی اسلام کو مٹانے کے لیے اٹھی تھی۔ مگر

●

پچھلی گزشتہ تقریباً تین صدیوں سے حوادثِ دہر نے تسلطِ فرنگ کی صورت میں نئی کروٹ لی، مگر کیا اس وقت علمائے اسلام خاموش رہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ انھوں نے ملی آزادی، مذہبی روایات کو برقرار رکھنے اور اسلامی تعلیمات کو زندہ رکھنے کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ زمانے کا دھارا ہی الٹا بہہ گیا۔ مگر وہ جہاں تھے وہیں جمے رہے یہ تسلیم کہ وہ اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے۔ لیکن یہ بھی عیاں کہ وہ ان حالات میں کوئی ترقی بھی نہ کر سکے۔ زمانہ ان سے سینکڑوں سال آگے نکل گیا اور وہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس دور میں دیگر اسلامی ممالک کی طرح برصغیر پاک و ہند بھی اس مصیبت کا شکار رہا۔ مگر آج بحمد اللہ پاکستان میں وہ حالات نہیں۔ آج ہم ایک اسلامی نظریات پر مبنی مملکت میں ہیں۔ ہمارے حالات ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ہمیں دنیا کا ساتھ دینے کے لیے اسلامی تعلیمات و روایات کو ساتھ